

تعلیمی جادوگر

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کا جھوٹا بیٹا شاہنواز بھٹو کیڈٹ کالج حسن ابدال داخل ہوا۔ قانون تھا کہ فسٹ ائیر کے طالب علموں کو علیحدہ کمرہ نہیں دیا جائے گا۔ بھٹو صاحب کا طوطی پورے ملک میں بولتا تھا۔ شاہنواز کو عروج میں کمرہ ملا۔ ضابطے کے مطابق اس کے دوروم میٹ اور بھی تھے۔ بالکل عام کیڈٹس کی طرح سادہ ہی چارپائی جس پروفیشن نہیں تھا، جھوٹی سی الماری، ایک عام سی سندھی ٹیبل اور کرسی، تمام فرنچیز بالکل اسی طرح کا تھا جو ہر طالب علم کو کالج کی طرف سے مہیا کیا جاتا تھا۔ وزیر اعظم کے چھیتے بیٹے کے لئے رفتی بھر بھی خصوصی انتظام نہیں کیا گیا۔ وہی سادہ سے کپڑے، فوجی یونیفارم، بوٹ اور وہی ٹوپی۔ شاہنواز کو بالکل وہی رویہ ملا جو ہر ایک کونسیب ہوتا تھا۔ ایسا کیوں تھا۔ اس کی صرف ایک بلکہ صرف ایک وجہ تھی اور وہ یہ کہ کرٹل این ڈی حسن، کالج کے پرنسپل تھے۔ حد درجہ اصول پسند اور سخت مزاج انسان۔ بھٹو صاحب کو ان کی طبیعت کا علم تھا۔ الہذا انہیں جرأت ہی نہ ہو سکی کہ بیٹے کے لئے کسی قسم کی کوئی رعایت مانگ سکیں۔ اس میں وزیر اعظم کی تعریف نہ کرنا بھی ادنیٰ بات ہو گی۔ مگر اصل فولادی انسان، کرٹل این ڈی حسن کی وہ شخصیت تھی جسے ان کا کوئی طالب علم یا ملنے والا کبھی فرماؤش نہیں کر سکتا۔ ایک عہد ساز انسان۔ مجھے بطور طالب علم پورے پانچ برس اس مرد عجیب کو بغور دیکھنے کا موقع ملا ہے۔

کرٹل این ڈی حسن کیا تھا۔ اس کا جواب میرے لئے بہت مشکل ہے۔ اس کی وجہ عقیدت یا احترام کا جذبہ نہیں۔ بلکہ وہ محیر العقول عوامل اور واقعات ہیں جو اس شخص کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ذہن میں ہلکا سا شخصی ہیولا اس وقت کا بھی ہے۔ جب کیڈٹ کالج میں داخلہ کے لئے کرٹل صاحب کے سامنے انٹرویو کے لئے پیش ہوا۔ میری عمر اس وقت صرف گیارہ برس تھی۔ کرٹل صاحب نے دو تین سوال کیے۔ جس کا جواب دینے کی بھروسہ اور کامیاب کوشش کی۔ این ڈی حسن نے سرمنی رنگ کا بہترین سوت پہننا ہوا تھا۔ ویسے مجھے علم نہیں تھا کہ اچھے اور معمولی سوت میں کیا فرق ہے۔ مگر اس شخص کی آنکھوں میں کچھ غیر معمولی عصر ضرور تھا۔ انسان کے جسم کو آریا پار کرنے کی قوت رکھنے والی شخصیت۔ مجھے اس وقت بالکل علم نہیں تھا کہ اگلے پانچ برس یہ شخص میرے جیسے ہزاروں طالب علموں کی زندگی کو جو ہری طور پر بدلت کر کھو دے گا۔ اور بالکل ایسا ہی ہوا۔ کیڈٹ کالج کی روزمرہ کی ترتیب حد درجہ سخت تھی۔ محنت بلکہ مسلسل مشقت کے علاوہ کوئی بھی چارہ نہیں تھا۔ یہ شدید محنت صرف طالب علم ہی نہیں کرتے تھے بلکہ تمام اساتذہ اس میں شامل ہوتے تھے۔ مگر اس تمام ثابت روٹین کا منع پرنسپل یعنی این ڈی حسن کی ذات تھی۔ غور سے سینے۔ صح سائز ہے چھ بجے، ایک دن پیٹی اور دوسرا دن پر یہ ہوتی تھی۔ علی الصبح، بلانگ، کرٹل صاحب، بہترین سوت زیب تن رکھ کسی بھی تردید کے لئے پریڈ اور پیٹی کے درمیان موجود ہوتے تھے۔ انتہائی باوقار طریقے سے چلتے ہوئے ہر ایک طالب علم کو بڑے غور سے دیکھتے تھے۔ ہاں ایک چیز بھول گیا۔ ان کے ہاتھ میں حد درجہ خوبصورت چھڑی بھی ہوتی تھی۔ اس کے اوپر والے حصے پر چاندی کا خول چڑھا ہوا ہوتا تھا۔ یہ عصا ان کی شخصیت کا حصہ بن چکا تھا۔

اس کے بعد ہم تمام بچے اپنے ہوش میں جا کر یونیفارم پہننے تھے۔ ناشتے کے لئے میس جاتے تھے تو این ڈی حسن وہاں بھی موجود ہوتے تھے۔ تھوڑی دریٹھر کروہ ناشتے کیے بغیر پرنسپل ہاؤس چلے جاتے تھے۔ ٹھہری یہ اب غور سے سینے۔ وہاں دوبارہ بالکل مختلف سوت پہننے تھے اور دفتر چلے جاتے تھے۔ اس درجہ کا خوش لباس انسان، جو صرف کتابوں میں موجود ہوتے ہیں۔ کرٹل صاحب اس وصف کی عملی تصویر تھی۔ ان کے پاس کتنے سوت تھے۔ کم از کم میرے لیے لگنا ممکن نہیں ہے۔ بے مثال ٹائیاں اور چمکتے ہوئے جوتوں کو بھی شمار کرنا از حد مشکل تھا۔ ان کے دفتر کا دورانیہ ہماری کلاسوں کا ٹائم ہوتا تھا۔ ان پانچ چھ گھنٹوں میں کرٹل صاحب، بہت کم کلاسوں میں آتے تھے۔ مگر بھی بھی آتے ضرور تھے۔ ہر ایک کے دل میں دھڑکا لگا رہتا تھا کہ وہ اب آئے کہ اب آئے۔ تھوڑی دری بعد ہمارے لئے کھلیوں کا وقت شروع ہو جاتا تھا۔ یہ دن میں اس عظیم شخص سے دوسری ملاقات ہوتی تھی۔ ویسے ملاقات کا لفظ تھوڑی سی خوش نمائی کے زمرے میں آ جاتا ہے۔ بس دور سے دیکھنے کا موقع ملتا تھا۔ ایک شاندار انسان، جو طالب علموں کو کھیل کے میدان میں بھی مکمل ہوتا دیکھنا چاہتا تھا۔ شام کو پہلی پریپ ہوتی تھی۔ یہ بچوں کے سکون سے پڑھنے کا دورانیہ تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کا۔ کالج میں چھ ہوش تھے۔

کرٹل صاحب پریپ میں ہر ہوش میں جاتے تھے۔ جہاں جہاں بچے پڑھ رہے ہوتے تھے۔ ہر اس جگہ پر ہاؤس ماسٹر کے ساتھ موجود ہوتے تھے۔ شانکد آپ کے لئے یقین کرنا مشکل ہو۔ شام کو مختلف سوت میں ہوتے تھے۔ یعنی ایک دن میں کم از کم تین مختلف سوت اور اس کے علاوہ کارکردار طلباء کی تعلیمی کارکرداری پر گہری نظر۔ اس طرح کا توازن میں نے کسی اور شخصیت میں موجود نہیں پایا۔ جب ہاؤس ماسٹر کے ساتھ شام کو پریپ میں چکر لگاتے تھے۔ تو ہمیں صرف ایک جملہ بار بار سنائی دیتا تھا۔ اچھا، اچھا، اچھا۔ یہ اس نیک بخت انسان کا تکنیک کلام تھا۔ بات سننے کے بعد دو تین بار یہ لفظ ضرور بولتے تھے۔ جب اس تکرار کی گوچ ختم ہو جاتی تھی۔ تو اندازہ ہو جاتا تھا کہ پرنسپل صاحب جا چکے ہیں۔ اگلے دن صبح کے وقت پھر گراونڈ میں موجود ہوتے تھے۔ جتنی محنت ہم کرتے تھے۔ شاید اتنی یا اس سے زیادہ مشقت وہ بذات خود کرنے کی کامیاب کوشش کرتے تھے۔ کیڈٹ کالج کے پرنسپل کے لئے ایک آسان سا چلن یہ بھی ہو سکتا تھا کہ دن میں ایک آدھ چکر لگائے اور پھر آرام سے اپنا وقت گزارے۔ پہنچیں صاحبان، بالکل نہیں۔ وہ ہر جگہ اور ہر وقت طلباء کے ساتھ رہتے تھے۔ اساتذہ کی کارگردگی پر بھی کڑی نظر رکھتے تھے۔ تمام طلباء کو یقین تھا کہ این ڈی حسن انہیں ہر وقت جانچ رہا ہے۔ اور

شانکد یہ بات درست بھی تھی۔ ایک ایسا ان تھک انسان جو صرف اپنے طلباء کی کردار سازی اور کامیابی پر خوش ہوتا تھا۔

کیڈٹ کالج میں سالانہ پیرنٹس ڈے (Parents Day) ایک شاندار تقریب ہوتی تھی۔ اس میں مہماں خصوصی، عوامی طور پر وزیر اعظم، صدر یا آرمی چیف ہوتا تھا۔ تیاری تقریباً دو ماہ قبل شروع ہو جاتی تھی۔ چیف گیسٹ کوکس طرح خوش آمدید کہنا ہے پر یہ کسی ہوگی، بچے انعام لینے کے لئے ڈاکس پر کسیے آئینے چیف گیسٹ سے ہاتھ کس طرح ملائیں، واپسی کسیے ہوگی۔ ان تمام جزئیات کی حد درجہ مشکل تیاری ہستوں جاری رہتی تھی۔ اور اس پورے دورانیہ میں کرٹل صاحب ہمہ وقت موجود رہتے تھے۔ تقریب سے دو چار دن پہلے ڈریس ریہرسل ہوتی تھی۔ اس میں کرٹل صاحب کی پرانی سی گاڑی، گھوڑوں کے دستوں کے دستوں کے جھوڑوں کے دستوں میں آتی تھی۔ اور پھر پیرنٹس ڈے بڑے انہاں اور شان و شوکت سے منعقد ہوتا تھا۔ یاد ہے کہ صادق حسین قریشی، جزل ضیاء الحق اور دیگر اکابرین اس تقریب کے مہماں خصوصی ہونے کا عز از سمجھتے تھے۔ واقعات تو ان گنت ہیں۔ ایک دن صبح پر یہ ہو رہی تھی۔ عام سادن تھا۔ تمام کیڈٹس گراونڈ میں حسب ضابطہ موجود تھے۔ یک دم پرنسپل صاحب آئے اور ان کے ساتھ ملک کے وزیر اعظم بھٹو صاحب موجود تھے۔ کسی کو بھی بھٹو صاحب کے آنے کا علم نہیں تھا۔ وزیر اعظم اور کرٹل این ڈی حسن کے درمیان یہ فیصلہ کرنا آج بھی مشکل ہے کہ ان میں کون سا انسان زیادہ خوش لباس ہے۔ بھٹو صاحب تھوڑی دری پر یہ دیکھتے رہے۔ پھر کرٹل صاحب کے ساتھ خاموشی سے واپس چلے گئے۔ ایک بات کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ کرٹل صاحب، کسی طور پر بھی بھٹو صاحب سے مرعوب نظر نہیں آئے۔ وہی وقار وہی شرافت اور بالکل وہی چال ڈھال۔ دراصل کرٹل صاحب میں اس قدر اعتماد تھا کہ مرعوب ہونا نہیں بلکہ مرعوب کرنا جانتے تھے۔ وقت کے وزیر اعظم کے سامنے میں نے بڑے بڑے جغا دری لوگوں کو نیم سجدہ حالت میں دیکھا ہے۔ مگر شانکد این ڈی حسن ہر طور پر عامیانہ پن سے بالاتر تھا۔ ہاں ان کا رویہ ہر طالب علم سے بالکل یکساں تھا۔ کوئی امیر کا بچہ ہے یا غریب کا، جنہیں کا بیٹا ہے یا مزدور کا، کوئی ادنیٰ نسب سے ہے یا باند نسب سے۔ پرنسپل صاحب کا عملی رویہ سب کے لئے بالکل ایک جیسا تھا۔ سکول کے قوانین ہر ایک کے لئے بالکل یکساں تھے۔ ڈسپلین کی خلاف ورزی پر سزا بھی بالکل یکساں تھی۔ کس کس بات کا ذکر کروں اور کس کو رہنے دوں۔ لکھنے کو تو ان پر کتاب لکھ سکتا ہوں۔ پانچ برس مسلسل کرٹل این ڈی حسن کو دیکھنے اور ان سے سیکھنے کے عمل میں شامل رہا۔ اب تو سب کچھ ایک دھندا سایہ سانظر آتا ہے۔ اس دھندا میں کرٹل صاحب کے قدموں کی چاپ بڑی تسلیم سے سنی جا سکتی ہے۔ اچھا، اچھا اور اچھا کے الفاظ آج بھی کافیوں میں گونج رہے ہیں۔ میری نظر میں وہ ایک تعلیمی جادوگر تھا جو ہزاروں بچوں کے مقدار کو سنوار گیا!